Online Edition

جمعۃالمبارک 26 مارچ 2021ء | 12 شعبان 1442 ہجری قمری | جلد:3 | شمارہ:74

فرمانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

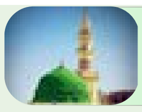

حکمت مومن کی گمشدہ چیز ہے

حضرت ابوہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حکمت اور دانائی کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے۔ جہاں کہیں وہ اسے پاتا ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہوتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ۔کتاب الزھد۔باب الحکمۃ حدیث:۴۱۶۹)

حضرت بریدہؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بعض باتیں جادو کی طرح اثر انگیز ہوتی ہیں اور بعض علم جہالت کا مظہر ہوتے ہیں اور بعض شعر حکمت اور دانائی کے مضامین سے پُر ہوتے ہیں۔ (ابوداؤد کتاب الادب باب ماجاء فی الشعر

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

کلام اللہ کا امتیاز

اس جگہ ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ بھلا یہ کیونکر معلوم ہو کہ وہ گفتار جو انسان سنتا ہے واقعی خدا کا کلام ہے کسی اور کا نہیں؟

سو اس کے لئے یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے کلام کے ساتھ خدائی طاقت، جبروت اور عظمت ہوتی ہے۔ جس طرح تم لوگ ایک معمولی انسان اور بادشاہ کے کلام میں فرق کر سکتے ہو اسی طرح اس احکم الحاکمین کے کلام میں بھی شوکت وسطوتِ سلطانی ہوتی ہے جس سے شناخت ہوسکتی ہے کہ واقعی یہ کلام بجز خدائے عزّوجل کے اور کسی کا نہیں۔

ملہمین کی علامات

دوسرا بڑا بھاری نشان اس شناخت اور تمیز کا یہ ہوتا ہے کہ جس انسان سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے وہ خالی نہیں ہوتا بلکہ اس میں بھی خدائی شان جلوہ گر ہوتی ہے اور وہ بھی ایک گونہ خدائی صفات کا مظہر اور جلوہ گاہ ہوتا ہے۔ اس میں وہ لوازم پائے جاتے ہیں۔ اس میں ایک خاص امتیاز ہوتا ہے علوم غیبی جو سفلی خیالات کے انسانوں کے وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتے وہ ان کو عطا کئے جاتے ہیں۔ اس کی دعائیں قبول کر کے اس کو اطلاع دی جاتی ہے اور اس کے کاروبار میں خاص نصرت اور مدد کی جاتی ہے اور جس طرح خدا سب پر غالب ہے اور اس کو کوئی جیت نہیں سکتا اسی طرح انجامکار وہ بھی غالب اور ہر طرح سے مظفر ومنصور اور کامیاب وبامراد ہوجاتے ہیں۔

غرض یہ نشان ہوتے ہیں جن کے ذریعہ سے عقلمند انسان کو ضرورتاً ماننا ہی پڑتا ہے کہ خدا بھی ضرور ہے۔ ہمیں ایسے لوگوں سے بھی گفتگو اور ملاقات کا اتفاق ہوا ہے جو مصنوعات سے صانع کو پہچاننے اور شناخت کرنے کی راہ اختیار کرتے ہیں اور اس طریق کو ہم نے آزمایا بھی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ یہ راہ ٹھیک نہیں، ادھوری ہے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 592۔ 593 ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ)

ارشاد باری تعالیٰ

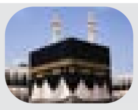

وَاذۡکُرۡنَ مَا یُتۡلٰی فِیۡ بُیُوۡتِکُنَّ مِنۡ اٰیٰتِ اللّٰہِ وَالۡحِکۡمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ لَطِیۡفًا خَبِیۡرًا (الاحزاب:35)

ترجمہ: اور یاد رکھو اللہ کی آیات اور حکمت کو جن کی تمہارے گھروں میں تلاوت کی جاتی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت باریک بین اور باخبر ہے۔

فرمان خلیفہ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

اب دیکھیں وہ ایک بچے کی حکمت کی بات ہی تھی جو اس نے بزرگ کو کہی تھی۔ واقعہ آتا ہے بارش میں ایک بچہ چلا جارہا تھا تو بزرگ نے کہا کہ دیکھو بچے آرام سے چلو کہیں پھسل نہ جانا۔ بچے نے کہا کہ اگر میں پھسلوں گا تو صرف مجھے چوٹ لگے گی لیکن آپ تو قوم کے راہنما ہیں، روحانی راہنما ہیں۔ آپ اگر پھسلے تو پوری قوم کے پھسلنے کا خطرہ ہے، متأثر ہونے کا خطرہ ہے۔ تو بڑی حکمت کی بات ہے جو ایک بچے کے منہ سے نکلی۔ دوسرے اس طرف توجہ دلائی کہ ایک مومن کو فضولیات سے بچتے ہوئے حکمت کی باتوں کی تلاش رہنی چاہئے۔ اگر اس سوچ کے ساتھ ہم اپنی زندگی گزاریں گے تو بہت سی لغویات اور فضول باتوں سے بچ جائیں گے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ حدیث میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رشک دو آدمیوں کے متعلق جائز ہے۔ ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مال دیا ہو اور وہ اسے راہ حق میں خرچ کرتا ہے۔ اور ایک وہ آدمی جسے اللہ تعالیٰ نے حکمت عطا کی ہو اور وہ اس کے ذریعہ سے فیصلے کرتا ہے اور اسے دوسروں کو سکھاتا ہے۔

(صحیح بخاری کتاب الاحکام باب اجر من قضی بالحکمۃ حدیث 7141)

اس میں مومنوں کے ذمے یہ کام بھی کر دیا کہ حکمت کو آگے بھی پھیلاؤ۔ حاصل بھی کرو اور پھر آگے پھیلاؤ تمہارے تک محدود نہ رہ جائے۔ اگر کوئی پُر حکمت اور علم کی بات ہے تو مومن کی شان یہی ہے کہ اسے آگے پھیلاتا چلا جائے تا کہ حکمت و فراست قائم کرنے والا معاشرہ قائم ہو۔ ایسی مجالس جن میں حکمت کی باتیں بقیہ صفحہ 5 پر

اس شمارہ میں

- دربارِ خلافت
- مرے آقا اطاعت کی (منظوم)
- دبستانِ حیات (قسط نہم)
- خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے پہلے شہید

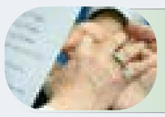

دربارِ خلافت

یہ سختیاں، مشکلات اور ان پر برداشت اور صبر ہی کامیابیاں دلانے کا باعث بنتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو نظامِ نو آپ کی آمد سے جاری ہونا تھا وہ خدا تعالیٰ کی تقدیر ہے وہ جاری ہو چکا ہے۔ لیکن کامیابیوں کا بھی ایک وقت ہے۔ اس لئے صبر اور برداشت سے کام لینا چاہئے۔ اور اے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بھی اور آپ کے ماننے والوں نے بھی اسی صبر و برداشت سے کام لینا ہے کہ یہی اولوالعزم نبیوں اور ان کے ماننے والوں کا شیوہ ہے۔ یہ سختیاں، مشکلات اور ان پر برداشت اور صبر ہی کامیابیاں دلانے کا باعث بنتا ہے اور جب کامیابیاں آئیں گی، دشمن کی پکڑ ہوگی تو تب وہ سوچے گا کہ مَیں کیا کرتا رہا، تب اسے خیال آئے گا کہ یہ دنیاوی زندگی جسے میں سب کچھ سمجھتا رہا یہ تو ایک گھڑی یا ایک گھنٹے سے زیادہ کچھ بھی نہیں تھی۔ پس جہاں تک انبیاء کے مخالفین کی پکڑ کا سوال ہے، اللہ تعالیٰ نے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ نے سب سے بڑھ کر یہی سلوک دکھایا اور آپ کے دشمنوں کو ایسا کچلا اور پیسا کہ ان کے نام و نشان کو مٹا دیا۔ پس کہاں گئے وہ آپ کے بڑے بڑے دشمن جو سردارانِ مکّہ کہلاتے تھے۔ کہاں گیا وہ بادشاہ جس نے آپ کے پکڑنے کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تھے۔ پس جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ تا قیامت ہے تو خدائی وعدے کے مطابق آپ کے دشمنوں کی پکڑ بھی ہر زمانے میں نشان بنتی چلی جائے گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس کس طرح تنگ کیا۔ آپ کے کیا کیا نام رکھے۔ آپ کو کس طرح بدنام کرنے کی کوشش کی اس بارہ میں قرآنِ کریم ہمیں بتاتا ہے۔ ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَالُوۡا یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡ نُزِّلَ عَلَیۡہِ الذِّکۡرُ اِنَّکَ لَمَجۡنُوۡنٌ (الحجر: 7) اور انہوں نے کہا اے وہ شخص جس پر ذکر اتارا گیا ہے، یقیناً تو مجنون ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر استہزاء ہے بلکہ کھلی کھلی ایک گالی ہے۔ مکّہ میں یہ سورۃ نازل ہوئی اور اس وقت وہاں کی تقریباً ساری آبادی آپ سے یہ سلوک کرتی تھی، سوائے چند ایک نیک فطرت

بقیہ صفحہ 5 پر

مرے آقا اطاعت کی

خدا کے بعد اس نے ہم فقیروں پر یہ شفقت کی
خلافت کے سوا کس نے بھری محفل میں الفت کی

وہ لمحے مسکراہٹ کے وہ نظروں کو جھکا لینا
غلامانِ خلافت نے دل و جاں سے محبت کی

میں واری جاؤں اس پر جس کے روحانی مریض اتنے
وہ جس نے سجدوں کے ذریعہ کروڑوں کی طبابت کی

وہ جس کہ اک اشارے پر سبھی قربان ہو جائیں
اسی ہی عہد پر ہم نے یہ بیعت خلافت کی

ادب اتنا ضروری ہے خلافت کے تعلق میں
کہ قاہر سنتے ہی کہہ دو مرے آقا اطاعت کی

م اقاہر

آج کی دعا

رَبُّنَا اللّٰہُ الَّذِی فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ أَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ اغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِينَ أَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلَى هٰذَا الْوَجَعِ

(ابو داؤد کتاب الطِبّ باب کَیف الرُّقی حدیث: 3892)

ترجمہ: ہمارا رب اللہ ہے جو آسمان میں ہے۔ (اے اللہ!) تیرا نام مقدس ہے، آسمان اور زمین میں تیرا حکم نافذ ہے، تیری رحمت جس طرح آسمان میں (عام) ہے زمین میں بھی (عام) کر دے، ہمارے گناہ اور خطائیں معاف کر دے، تو پاک لوگوں کا رب ہے، اپنی رحمت اور شفاء کا ایک حصہ اس بیماری پر نازل فرما دے۔

یہ ہمارے پیارے سید و مولیٰ نبی حضرت محمد ﷺ کی بیماری میں شفایابی کی دعا ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ تم میں سے اگر کوئی بیمار ہو تو اسے چاہئے کہ (مندرجہ بالا) دعا پڑھے۔

ہمارے پیارے امام سیّدنا حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے موجودہ بیماری کرونا سے بچاؤ کے لئے مکمل حفاظتی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

دوسری جو اہم بات میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ کرونا کی جو وباء پھیلی ہوئی ہے دنیا میں۔ اس میں احمدی بھی احتیاط کا حق ادا نہیں کر رہے۔ نہ UK میں۔ نہ امریکہ میں نہ پاکستان میں۔ نہ کسی اور ملک میں۔ پوری طرح احتیاط کرنی چاہئے۔ ماسک وغیرہ پہننا چاہئے۔ ماسک پہنا ہوتا ہے تو ناک ننگا ہوتا ہے۔ حالانکہ ناک ڈھکا ہونا چاہئے۔ یا گردن کے اوپر ماسک رکھا ہوتا ہے۔ اس ماسک پہننے کا کیا فائدہ۔ پھر آپس میں قریب ہو کر ملنا۔ social distancing نہیں رکھتے اور جو قواعد گورنمنٹ نے مقرر کئے ہوئے ہیں، حکومت نے بتائے ہوئے ہیں ان پر عمل نہیں کرتے۔ تو ان ساری باتوں پر ہمیں عمل کرنا چاہئے نہیں تو یہ وباء ایک دوسرے سے پھیلتی چلی جائے گی۔

یہ بھی کوشش کرنی چاہئے آج کل کہ کم سے کم سفر کریں۔ بلاوجہ غیر ضروری سفر کو avoid کریں۔ یورپ سے پاکستان جانے والے بھی احتیاط کریں۔ آج کل نہ ہی جائیں تو زیادہ بہتر ہے۔

بہر حال اللہ تعالیٰ اس وباء کو جلد دور کرے اور جو احمدی بیمار ہیں ان کو بھی اور احمدی جو نہیں ہیں، دوسرے بیمار لوگ ہیں، ان کو بھی شفاء عطا فرمائے۔ آمین

(خطبہ جمعہ 12 فروری 2021ء)

مرسلہ: مریم رحمٰن

منور احمد خورشید ۔ واقفِ زندگی

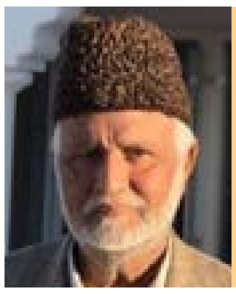

دبستانِ حیات

قسط نہم

انسان اور بیماری کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔اگر ہم اپنے ماحول میں دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے ۔ دنیا کا ہر انسان کسی نہ کسی ظاہری یا باطنی بیماری میں مبتلا ہے۔ کئی لوگ تو دیکھنے میں بھی بیمار نظر آتے ہیں لیکن بعض لوگ بظاہر سرخ و سفید اور موٹے تازے نظر آتے ہیں۔لیکن اندرون خانہ وہ بہت سی بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ درحقیقت اکثر لوگ بیمار ہوتے ہیں لیکن انکی بیماری کی شکل اور کیفیت جدا جدا ہوتی ہے ۔

یہ سال 2001 کی بات ہے۔پہلی بار مجھے دل کی تکلیف ہوئی۔ان دنوں میں، میں سینیگال میں تھا۔اس کے بعد 2004ء میں حضور انور نے ازراہ شفقت مجھے پاکستان جاکر مکرم ڈاکٹر نوری صاحب سے علاج کرانے کا ارشاد فرمایا۔مکرم ڈاکٹر صاحب اس دور میں فضل عمر اسپتال ربوہ کے علاوہ راولپنڈی میں بھی طبی خدمات سرانجام بجالا رہے تھے۔

مکرم ڈاکٹر صاحب نے راولپنڈی حاضر ہونے کا ارشاد فرمایا۔ وہاں اینجو گرام کیا گیا۔جس میں مجھے بتایا گیا کہ میری بیماری اس قدر خطرناک صورت حال اختیار کرچکی ہے کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔اس کی پیچید گی کی وجہ سے ہم اینجو پلاسٹی بھی نہیں کر سکتے۔اب آپ دوائیاں لیتے رہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے حضور انور کی خدمت میں بھی اطلاع کر دی۔جس کے بعد میں واپس لندن آ گیا۔

حضور انور نے میری صحت کے پیش نظر میری تقرری انگلستان میں کر دی۔لیکن ویزہ کے حصول کی خاطر واپس سینیگال چلا گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد پھر لندن میں دل کی تکلیف ہوئی،اسپتال لے جایا گیا۔ پھر ڈاکٹر صاحبان نے مکرم نوری صاحب کی طرح بیماری کی پیچید گی کی وجہ سے کسی قسم کی سرجری سے اجتناب کیا۔

کچھ عرصہ کے بعد سینیگال کی روانگی کا پروگرام تھا۔حضور انور کی خدمت میں ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔حضور انور نے فرمایا۔کیا پروگرام ہے میں نے عرض کی ،حضور سینیگال جارہا ہوں۔فرمایا۔کچھ اور رک جائیں۔ میں نے عرض کی حضور کافی دیر سے مشن خالی ہے۔اس لئے واپس جانا چاہتا ہوں۔فرمایا روانگی کی تاریخ آگے کرلیں۔ میں نے عرض کی حضور ٹکٹ کی تاریخ اب آگے کرنا ممکن نہیں ہے۔فرمایا ٹھیک ہے ،جائیں۔لیکن اپنے آپ کو تھکانا نہیں ہے۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور دروازہ کی جانب چل پڑا۔آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا۔کیا میں نے آپ کو اَلیس اللّٰہ کی انگوٹھی دی ہے۔ میں نے عرض کی حضور انور بہت سے تبرکات ملے ہیں لیکن انگوٹھی نہیں ملی۔فرمایا ادھر آئیں ،دراز میں سے ایک انگوٹھی نکالی ۔اس پر ہاتھ پھیرا اور مجھے پہنادی۔ بعد ازاں میری اہلیہ کو بھی ایک انگوٹھی دی اور فرمایا۔آپ بھی لے لیں ۔آپ بھی مربی کی بیوی ہیں۔

میں نے اس سارے واقعہ کو صرف ایک محبت اور شفقت تصور کیا۔میری فلائٹ اگلے روز شام کو تھی جس کے لئے مجھے ظہر کے بعد گھر سے روانہ ہونا تھا۔اس روز دوپہر سے قبل میرے سینہ اور بائیں بازو میں درد شروع ہوگئی،یہ دل کی تکلیف تھی۔ ایمبولینس بلائی گئی۔ ڈاکٹرز نے بتایا یہ ایک بہت شدید دل کا حملہ تھا۔

اب حضور انور سے ملاقات یاد آگئی کہ خداتعالیٰ کے خلیفہ اپنی روحانی بصیرت سے مجھ ناسمجھ کو انتباہ فرمارہے تھے۔

اس پر ایک دوست نے تبصرہ کرتے ہوئے بڑی خوبصورت بات کی۔ کہ انگوٹھی دینے میں یہی پیغام تھا۔ کہ جاؤ تمہارا رب ہی رکھوالا ہے۔

اس کے بعد کئی مراحل آئے۔آخر سرجری بھی ہوگئی۔اس بیماری کو اب سولہ سال ہوگئے ہیں۔ اس دوران چھ دفعہ اینجو پلاسٹی بھی ہوتی رہی۔ یہ سب کچھ ایک معجزہ سے کم نہیں ہے۔

سال 2012 میں گردے ناکارہ ہوگئے۔اس طرح ڈیالیسز شروع ہوگئے۔ جو عرصہ آٹھ سال سے جاری ہیں۔

اسپتال میں روز وشب

خاکسار ہارٹ سرجری کے سلسلہ میں اسپتال میں زیر علاج تھا۔انگلستان میں کسی بھی اہم سرجری کے لئے بسا اوقات کئی کئی روز تک انتظار کرنا پڑتا ہے۔کیونکہ روزانہ ہی ایمرجنسی کیس آجاتے ہیں ۔جنہیں فوری فوقیت دی جاتی ہے۔میرے کمرے میں میرے علاوہ پانچ اور مریض بھی تھے۔ زیادہ تر انگریز دوست تھے۔

انگریز مریض اسپتال میں بھی نارمل زندگی گزارتے۔ صبح اٹھتے،نہا دھو کرمناسب لباس زیب تن کر کے اخبارات،ٹی وی یا ، کتب بینی میں مصروف ہوجاتے ہیں۔ کھانا ہمیشہ ہی باقاعدہ کرسی پر بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اکثر اوقات آپس میں خوش گپیوں میں لگے رہتے۔ حالانکہ ہمارے معاشرہ کے برعکس انہیں ملنے والے عزیز واقارب صرف ہفتہ،اتوار کو ہی آتے تھے۔اس کے باوجود انہیں مسکراتے ہوئے ہی دیکھا ہے۔

ہمیں بچپن سے چونکہ بستر پر چوکڑی مار کر بیٹھنے کی عادت ہے اور اسی میں استراحت محسوس کرتے ہیں۔ اس لئے میں اکثراوقات بیڈ پر چوکڑی مار کر بیٹھ جاتا اور بہت سے ممکنہ کام سرانجام دے لیتا۔

انگریز مریض میرے بیٹھنے کے اس انداز پر بڑے حیران ہوتے۔ آخر ایک دن ایک مریض نے پوچھ ہی لیا۔مسٹر احمد کیا آپ اس طرح بیٹھ کر یوگا کرتے ہیں؟

مایوسی گناہ ہے

میرے کمرہ میں ایک سری لنکا کے دوست بھی تھے۔جن کی عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ ہرلمحہ ان کے چہرہ پر اداسی اور پریشانی کے بادل چھایا رہتے۔ نہ بروقت لباس بدلتے۔ان کے عزیز انہیں شام کے وقت ملنے آجایا کرتے تھے۔

ایک دن میں ان کے پاس گیا۔ان کا حال احوال پوچھا۔انہوں نے اپنی بیماری کا حال بتایا ۔ کہنے لگے ایک دن کار پر کسی عزیز کو ملنے جارہا تھا۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ میری کار کی بریک نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے۔لیکن بعد میں احساس ہوا کہ میرا پاؤں کام نہیں کر رہا ہے۔ میں نے بڑی احتیاط سے کار سڑک کے ایک جانب پارک کی۔ یہاں آکر معلوم ہوا کہ مجھے توسٹروک ہوگیا ہے جس کی وجہ سے میرا پاؤں مفلوج ہو چکا ہے۔ اہل خانہ سے رابطہ کیا،انہوں نے فوری طور پر ہسپتال پہنچا دیا۔اس لئے میں کافی دنوں سے اسپتال میں اپنی مجوزہ سرجری کے لئے اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوں۔

اس سے بات چیت کا سلسلہ چلتا رہا۔اس نے بتایا کہ اس کے دو بیٹے ہیں جو دونوں برسر روزگار ہیں۔جن کے لندن میں اپنے ذاتی مکان ہیں۔ بیوی بھی کسی دفتر میں ملازمت کررہی ہے۔

نیز بتایا کہ میں نے اپنے گھر میں بعض ضروری اضافے کرنے ہیں۔جس کے لئے میں نے بنک سے قرض اپلائی کیا ہوا تھا۔اب وہ رقم تو مجھے مل گئی ہے لیکن اتفاق سے اب میں بیمار ہوگیا ہوں اور کئی روز سے ہسپتال میں ہوں۔اب وہ رقم میرے لئے خاصی پریشانی کا سبب بن گئی ہے۔

میں نے اسے بتایا،ذرا تصور کرو۔جس طرح آپ کو کار چلاتے ہوئے بھر پور ٹریفک میں سٹروک ہوا تھا۔لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے تمہیں بچا لیا ہے۔اس صورت حال میں تو بہت کچھ ہوسکتا تھا۔تمہیں تو خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے جس نے تمہیں نئی زندگی بخشی ہے۔

پیسوں کا کیا ہے اور مل جائیں گے۔تمہارے بیٹوں کے اپنے مکان ہیں۔ بیوی بھی کمارہی ہے۔ ذرا اپنے ماحول میں تو دیکھو یہاں توکئی لوگ ایک کمرے کو ترس رہے ہیں۔تمہاری یہ مصنوعی پریشانی تمہارے صحت مند ہونے میں ایک روک بنی ہوئی ہے۔اٹھو بس فریش ہو جاؤ۔ کپڑے بدلو پھر اسپتال کے ریسٹورنٹ میں جاکر چائے پیتے ہیں۔اس نے میری بات بخوشی مان لی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس کے بعد اس کی حالت میں تیزی سے صحت مند تبدیلی پیدا ہوئی۔جس کی وجہ سے وہ صاحب اور اس کے اہل خانہ کے ساتھ میرے بہت دوستانہ تعلقات بن گئے۔

مریض کی حوصلہ شکنی نہ کریں

ہمارے معاشرہ میں جب کوئی بیمار ہوتا ہے۔خاص طور پر بڑی بوڑھیاں اپنے اپنے انداز میں بڑے دلچسپ خیالات کا اظہار کرتی ہیں۔۔ہائے بیٹا تمہارا رنگ تو پیلا زرد ہوگیا ہے۔ہائے تمہاری آنکھیں کس طرح اندر دھنس گئی ہیں۔تم تو ہڈیوں کا ڈھانچہ بن گئے ہو۔محبت اور ہمدردی کے اظہار کے لئےقسم قسم کے مایوس کن اور دل شکن کلمات ان کی زبان سے نشتر بن کے نکلتے ہیں۔ جو بے چارے مریض کی ہمت بندھانے کی بجائے اس کی بیماری میں اضافہ کا سبب بنتے ہیں۔

موت کا فرشتہ

بسا اوقات تو بعض لوگوں کے رویہ کی وجہ سے ان کے بارے میں عوام الناس میں منفی تاثر بھی سرزد عام ہو جاتا ہے۔اسی قسم کی ایک بڑھیا سرگودھا کے ایک گاؤں میں رہتی تھیں۔ان کے بارے میں مشہور ہوگیا تھا۔جس بیمار کے گھر وہ تیمارداری کے لئے جاتی ہیں۔وہ مریض جلد ہی دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔ایک دفعہ اس بڑھیا کا ایک بھتیجا سخت بیمار ہوگیا۔کافی علاج کیا مگر افاقہ نہ ہوا۔اس بڑھیا کو بھی خبر ہوئی کہ فلاں عزیز بیمار ہے۔ چلو بیمار پرسی کر آؤں۔جب وہ بڑھیا ان کے گاؤں میں پہنچی۔ کسی نے اس نوجوان کو بھی بتادیا کہ آپ کی پھوپھی تیمارداری کے لئے تمہارے گھر آرہی ہے۔مریض نوجوان میں نہ جانے کہاں سے اتنی طاقت آگئی۔ فوراًاٹھا اور گھر کے پچھواڑے سے دیوار پھلانگ کر بھاگ گیا۔

بیمار پرسی کا معصومانہ انداز

میں سکول میں تدریسی خدمات سرانجام دیا کرتا تھا۔ایک دفعہ میں

خاصا بیمار ہوگیا۔جس کی وجہ کافی دن سکول نہ جاسکا۔اس دوران حسب دستور، میرے کئی ملنے والے عزیز واقارب، یار دوست اور بعض طلبہ بھی میری عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ ہمارے ہاں حسب عادت ہر آنے والا اپنی عقل وسوچ کے مطابق حال احوال پوچھنے کے بعد اپنے طبی مشورے اور کئی قسم کی ہدایات اور احتیاطوں سے ضرور نوازتا ہے۔

ایک روز میرا ایک شاگرد بھی میری بیمار پرسی کے لئے آیا۔ بیمار پرسی کی۔ پھر کہنے لگا۔ چند ماہ قبل میرے بڑے بھائی کو بھی یہی بیماری لگی تھی۔ وہ بے چارہ تو ایک ہفتہ کے اندر ہی فوت ہوگیا تھا۔ اس طالب علم کا انداز ایسا معصومانہ تھا کہ آپ سوائے صبر کے کچھ بھی نہیں کہہ سکتے۔

مثبت اور منفی انداز فکر

آدھا گلاس خالی ہے یا آدھا گلاس بھرا ہوا مطلب تو ایک ہی ہوتا ہے۔ مگر انداز بیان میں بہت فرق آجاتا ہے۔ جب مجھے ڈاکٹرز نے بتایا کہ اب آپ کے ڈیالیسز شروع ہونے والے ہیں۔ اس خبر پر بظاہر تو میں نارمل ہی تھا۔ لیکن میرے دل میں بے شمار وساوس پیدا ہو گئے۔ اور ساتھ ہی مجھے نفسیاتی طور پر کمزوری کا احساس پیدا ہونا شروع ہوگیا۔ میرے محلہ میں دو دوست اس موذی مرض کا شکار تھے۔ ان سے علیک سلیک تھی۔ لیکن اس بیماری کے حوالے سے کبھی تفصیل سے بات چیت نہیں ہوئی تھی۔ یہ دوست ہفتہ میں تین بار قریبی ہسپتال میں ڈیالیسز کے لئے جایا کرتے تھے۔ ان سے معلومات کے لئے رابطہ قائم کیا۔ تا کہ اس بیماری کے بارے میں کچھ تفاصیل حاصل کروں۔

ایک دوست کے ساتھ ملاقات ہوئی۔ بات چیت ہوئی۔ اسے اپنی بیماری کے بارے میں بتایا۔ اس کے چہرہ پر سخت پریشانی ہویدا ہوگئی۔ اس نے مجھے اس موذی بیماری کی کیفیات کے بارے میں بہت ڈرایا۔ اس کی بیان کردہ تفاصیل کے ہر جملہ پر مجھے اپنا دل ڈوبتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ بڑی ہی مایوسی کی حالت میں گھر واپس آیا۔ اب تو چلنا بھی دشوار محسوس ہورہا تھا۔ شام کھانا پیش کیا گیا۔ لیکن بھوک کا کہیں نام ونشان نہ تھا۔ اہل خانہ کے اصرار پر چند لقمے زہر مار کئے۔ رات بھر بہت سارے پریشان کن خیالات دل ودماغ پر چھائے رہے۔

اگلے روز مسجد میں دوسرے مریض دوست سے ملاقات ہوگئی۔ وہ کہنے لگا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ آجکل تو اس بیماری کے علاج کے سلسلہ میں بہت ساری سہولیات پیدا ہوگئی ہیں۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ جونہی آپ کا ڈیالسز شروع ہوگا۔ آپ بالکل ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ کی رنگت ٹھیک ہوجائے گی اور پاؤں اور چہرہ کی سوجن انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ بالکل فکر نہ کریں۔ آپ دیکھ لیں میں بالکل ٹھیک ہوں اور نارمل زندگی بسر کررہا ہوں۔ بس آپ اپنے رویہ کو بدلیں اور صحت مند خوراک لیں اور بیماری کے حوالے سے مثبت سوچ پیدا کرلیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔

کہنے لگے۔ آپ مجھے بتائیں۔ دنیا میں کون ہے جو یہ کہہ سکے کہ مکمل صحت مند ہوں۔ ہر کوئی کسی نہ کسی مرض کا شکار ہے۔ ہمیں اگر یہ تکلیف ہے تو باقی لوگوں کی بیماریاں بھی مختلف ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں اب بیماری لگ تو گئی ہے۔ اب اس سے مقابلہ ہے۔ اس کو اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دینا ہے بلکہ اس کو دبا کر رکھنا ہے۔ اس محترم دوست کی باتوں نے میری ہمت بڑھادی اور میں اپنے آپ کو بہتر محسوس کرنے لگا۔ کہتے ہیں۔ سر چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو اوائل جوانی میں ہی شوگر ہوگئی تھی۔ اس پر ایک دوست کہنے لگے۔ دراصل شوگر کو چوہدری صاحب ہوگئے تھے۔ کیونکہ چوہدری صاحب نے باوجود شوگر کے مریض ہونے کے ایک بہت فعال اور لمبی زندگی پائی ہے۔

بہادر خاتون

مجھے بتایا گیا کہ ہفتہ میں تین روز ڈیالیسز ہونگے۔ ہر سیشن کا دورانیہ چار گھنٹے اور پانچ منٹ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ آمد ورفت اور اپنی باری کے انتظار میں کم از کم دو گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی ہدایت پر مجھے ایک ڈیالیسز سنٹر میں بھیج دیا گیا۔ میرے وارڈ میں چار مریض تھے۔ یہ سارے مریض کافی عرصہ سے ڈیالیسز کرارہے تھے۔ اس لئے اس میدان میں کافی صاحب تجربہ تھے۔ ان مریضوں سے علیک سلیک ہوئی۔ ہر نووارد کی طرح مجھے بھی بہت سے سوالات کے جوابات درکار تھے۔

میرے بیڈ کے قریب ہی ایک انگریز خاتون جس کی عمر پینسٹھ سال کے قریب تھی۔ اس نے بتایا کہ وہ ایک قریبی شہر میں کسی دفتر میں پراجیکٹ مینیجر ہے۔ پہلے پہر آفس میں کام کرتی ہے۔ شام کو ڈیالسز کے لئے آتی ہے اور پھر رات بارہ بجے اپنے گھر اپنی کار خود چلا کر جاتی ہے۔

میرے لئے اس کی باتیں عجیب تھیں۔ اس نے بتایا کہ میرا ایک ہی بیٹا ہے جو یونیورسٹی میں زیر تعلیم ہے۔ میں تو یہ سب کچھ اسی کے لئے کررہی ہوں کیونکہ میں اپنے بیٹے کو ایک بیمار ماں نہیں دینا چاہتی۔

اس بہادر خاتون کی باتوں نے مجھ پر بہت اثر کیا۔ میں نے سوچا یہ خاتون جو مجھ سے عمر میں بڑی ہیں اور عرصہ بارہ سال سے ڈیالیسز کرارہی ہیں۔ لیکن اس نے ہمت نہیں ہاری اور حالات کا مردانہ وار مقابلہ کررہی ہے۔ میں تو ایک مرد ہوں اور میں ایک مایوسی کی زندگی گزار رہا ہوں۔ اسی وقت میں نے فیصلہ کرلیا کہ جو بھی ہوں میں سارے اپنے کام خود ہی کروں گا۔ اگلے روز میں نے اپنی گاڑی جو میری بیماری کے باعث کافی دنوں سے پارک تھی۔ اس کو نکالا اور دوستوں کو ملنے چل نکلا۔ اہل خانہ نے کافی مخالفت کی۔ بہت ڈرایا۔ لیکن بفضلہ تعالیٰ عرصہ آٹھ سال سے کار چلا رہا ہوں۔ اپنے سارے کام خود انجام دیتا ہوں اور یہ بیماری کبھی بھی میرے لئے روک نہیں بنی ہے۔

بیماری سے ہارنا نہیں

بیماری ایک ناگہانی آفت کی طرح آتی ہے اور گھر کے سارے سکون کو تہہ وبالا کر دیتی ہے۔ ایک کنبہ میں فرد واحد کے بیمار ہونے سے سارے اہل خانہ کے طرز عمل میں تبدیلی آجاتی ہے۔ مریض کی دیکھ بھال کرنا، اس کی ضروریات کا خیال رکھنا وغیرہ،

اب اس سے کس طرح نمٹا جائے۔

اپنے تجربہ کی بنا پر چند باتیں پیش خدمت ہیں۔

ہسپتال میں ہفتہ میں تین بار جاتا ہوں جہاں چھ گھنٹے لگ جاتے ہیں۔ جن میں سے پانچ گھنٹے تک مسلسل بیڈ پر دراز رہنا پڑتا ہے۔ ہسپتال سے واپس آکر کم از کم تین گھنٹے آرام کرتا ہوں۔ اس کے بعد تازہ دم ہوکر دیگر مصروفیات زندگی میں لگ جاتا ہوں۔ روزانہ پیدل یا گاڑی پر باہر نکل جاتا ہوں۔

مضمون نویسی

اس دوران میں اپنے لیپ ٹاپ کے ذریعہ مختلف پروگرام دیکھتا ہوں۔

اس دوران میں مضامین لکھتا رہتا ہوں جو مختلف اخبارات ورسائل کی زینت بنتے رہتے ہیں جس سے افادہ عام کے علاوہ مجھے بھی قلبی تسکین ہوتی ہے۔

میں نے اللہ کے فضل سے ڈیالیسز کے عمل کے دوران چند کتب بھی تصنیف کی ہیں۔

خدمتِ دین کو اک فضل الٰہی جانو

قرآنی ارشاد کے مطابق خدمت دین سے انسان کی عمر بڑھتی ہے۔ میں بھی اللہ کے فضل کسی نہ کسی رنگ میں خدمت دین کے لئے کمر بستہ رہتا ہوں۔ مختلف شعبوں میں خدمت کی توفیق مل جاتی ہے۔ تراجم، تقاریر، سوال وجواب، مضامین اور کلاسز وغیرہ ذالک فضل اللہ۔

اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

بیماری کے ابتدائی عرصہ میں خاصا کمزور ہوگیا تھا۔ ایک روز مجھے کسی طرح علم ہوا کہ ہمارے محلہ میں کونسل کے کچھ زرعی پلاٹس ہیں جو درخواست دینے پر مل سکتے ہیں۔ میں نے فوری رابطہ کیا اور مجھے اتفاق سے ایک پلاٹ مل گیا۔ میں نے عزیزوں کے تعاون سے اسے تیار کرلیا۔ جس میں، میں نے ایک کمرہ بنالیا اور کھیتی باڑی کا کام شروع کردیا۔ ابتدا میں پندرہ بیس منٹ میں تھک جاتا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ جسم مضبوط ہوتا چلا گیا۔ اس کے بعد میں نے بسا اوقات لگاتار کئی کئی گھنٹے کام کرنا شروع کردیا جس کے نتیجہ میں بفضل تعالیٰ ایک صحت مند زندگی گزارنی شروع کردی۔ الحمد للہ

میں نے یہاں سبزیاں، پھول دار، اور پھل دار پودے وغیرہ بھی لگائے ہوئے ہیں۔ فارغ اوقات میں وہاں جاکر کام کرتا ہوں۔ کتابیں پڑھتا ہوں۔ جماعتی کام بھی کرلیتا ہوں۔ میرے عزیزوں کے علاوہ دوست احباب بھی آجاتے ہیں۔ یہاں کا ماحول بہت ہی صحت مند ہوتا ہے۔

یہاں سے ملنے والی سبزیاں، پھل اور پھول دوستوں میں تقسیم کردیتا ہوں جس سے بڑی خوشی اور تسکین خاطر ہوتی ہے۔ اس زمین کے ٹکڑے نے مجھے ایک نئی زندگی بخش دی ہے۔

سپین میں تبلیغ۔ خلافت ایک معجزہ ہے

اس بیماری کے باوجود حضرت امیرالمؤمنین ایدہ اللہ نے خاکسار کو ارشاد فرمایا کہ سپین میں جاکر تبلیغ کروں۔ بظاہر یہ ایک بہت ہی مشکل امر تھا۔ کیونکہ ڈیالیسز ایک لمبا طریق کار ہوتا ہے۔ جہاں بھی جانا مقصود ہو۔ وہاں کے ہسپتالوں سے رابطہ کرکے ایک ماہ قبل منظوری لینی پڑتی ہے۔ جو ایک خاصا مشکل کام ہوتا ہے۔ بہت ساری مشکلات درپیش تھیں۔

حضور انور کی رہنمائی اور دعا سے سارے مسئلے حل ہوتے گئے۔ مجھ جیسے کمزور اور بیمار آدمی کو اللہ کے فضل سے اس کی توفیق ملی۔ تقریبا دوسال سے سپین میں کام جاری ہے۔ سپین کے ہر بڑے شہر میں جاکر تبلیغ کی سعادت ملی ہے۔ ہر سفر میں اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کے نظارے نظر آتے ہیں۔

شیریں ثمرات

سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اٹھائیس افریقن بھائی مل گئے جو احمدی تھے لیکن ان کا جماعت سے رابطہ نہ تھا۔ جو اب اللہ کے فضل سے جماعت سے رابطہ میں ہیں۔

اس کے علاوہ تیس نئی بیعتیں بھی ہوئیں۔ الحمدللہ

ایں سعادت بزور بازو نیست گر نہ بخشد خدائے بخشندہ

بقیہ: فرمان خلیفہ وقت...... از صفحہ 1

ہوتی ہوں آنحضرت ﷺ نے اُنہیں نِعَمَ الْمَجَلِس کا نام دیا ہے۔

عون بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ (بن مسعود) نے کہا کہ کیا ہی عمدہ وہ مجلس ہے کہ جس میں حکمت والی باتیں پھیلائی جاتی ہیں۔ یہ براہ راست آنحضرت ﷺ کی طرف تو روایت نہیں ہے۔ لیکن یہ انہوں نے سنا اور فرمایا کہ کیا ہی عمدہ مجلس ہے جس میں حکمت کی باتیں پھیلائی جائیں اور جس میں رحمت کی امید کی جاتی ہے۔

(سنن الدارمی۔ باب من ھاب الفتیا مخافۃ السقط حدیث:292)

تو یہ ہماری مجالس کے معیار ہونے چاہئیں اور اللہ تعالیٰ کا حکم بھی یہی ہے کہ لغو مجالس سے اٹھ جاؤ۔ ایسی مجالس سے بھی اٹھ جاؤ جہاں دین کے خلاف باتیں ہو رہی ہوں۔ مذہب پر منفی تبصرے ہو رہے ہوں۔ خدا تعالیٰ کی ذات کے متعلق فضول باتیں ہو رہی ہوں۔ اگر تمہارے علم میں ہے تو سمجھانے کے لئے اور اس لئے کہ کچھ لوگوں کا بھلا ہو جائے اور یا جو کوئی بھی صاحب علم ہیں وہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے اگر ایسی مجلس میں بیٹھ جاتے ہیں تو ٹھیک ہے لیکن اگر دیکھیں کہ یہ لوگ صرف ڈھٹائی سے کام لے رہے ہیں، سمجھنا نہیں چاہتے تو پھر ایسی مجلس سے اٹھ جانے کا اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے۔ کیونکہ پھر فرشتے ایسی مجلسوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ اور ایک مومن کو تو ایسی مجلس کی تلاش ہونی چاہئے جس میں حکمت کی باتیں ہوں۔ حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے لئے رسول اللہ ﷺ نے دو مرتبہ یہ دعا کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے حکمت عطا کرے۔

(سنن الترمذی۔ کتاب المناقب باب مناقب عبد اللہ بن عباسؓ حدیث: 3823)

آپؐ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت تھی۔ یہ اتنا بڑا تحفہ تھا کہ آپؐ نے دعا دی۔

(خطبہ جمعہ 14/ دسمبر 2007ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

پس یہاں مزید وضاحت فرمائی کہ جیسا کسی کی فطرت ہو ویسا ہی اُسے نظر آتا ہے۔ کہتے ہیں یرقان زدہ مریض جو ہے اُس کی آنکھیں زرد ہو جاتی ہیں تو اُس کو ہر چیز زرد نظر آتی ہے۔ جو بدفطرت ہے اُس کو اپنی فطرت کے مطابق ہی نظر آتا ہے۔ قرآنِ کریم نے جب ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (البقرۃ: 3) کا اعلان فرمایا ہے تو ابتدا میں ہی فرمادیا ہے کہ یہ جو ہدایت ہے اور اس قرآنِ کریم میں جو خوبصورت تعلیم ہے، جو سب سابقہ تعلیموں سے اعلیٰ ہے، یہ صرف انہی کو نظر آئے گی جن میں کچھ تقویٰ ہو گا۔ ہدایت اُنہی کو دے گی جن کے دل میں کچھ خوفِ خدا ہو گا۔ پس یہ لوگ جتنی چاہے دریدہ دہنی کرتے رہیں ہمیں اس کی فکر نہیں کہ اس ذریعہ سے یہ نعوذ باللہ قرآنِ کریم کی تعلیم کو نقصان پہنچا سکیں گے۔ قرآنِ کریم کے اعلیٰ مقام اور اس کی حفاظت کا خدا تعالیٰ خود ذمہ دار ہے بلکہ یہ دوسری آیت جو میں نے پڑھی تھی اس میں تو مومنوں کو خوش خبری ہے کہ قرآنِ کریم تمہارے لئے رحمت کا سامان ہے۔ اور ہر لحہ رحمت کا سامان مہیا کرتا چلا جائے گا۔ تمہاری روحانی بیماریوں کا بھی علاج ہے اور تمہاری جسمانی بیماریوں کا بھی علاج ہے، ہر قسم کی تعلیم اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اور اگر اس سے پہلے کی آیت سے اس کو ملا لیں تو حقیقی مومنین کو یہ خوشخبری ہے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا۔ اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا (بنی اسرائیل: 82) کہ جھوٹ، فریب، مکاری اور باطل نے بھاگنا ہی ہے، یہ اُس کی تقدیر ہے۔ پس یہاں اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سِروں کی قیمت مقرر کرنے سے یا توڑ پھوڑ کرنے سے یا غلط قسم کے احتجاج کرنے سے قرآنِ کریم کی عزت قائم نہیں ہو گی بلکہ حقیقی مومن اپنے پر قرآنی تعلیم لاگو کر کے ہی قرآنِ کریم کی برتری ثابت کر سکتا ہے اور کرنے والا ہو گا۔ وہ اس کی خوبصورت تعلیم کو دنیا کو دکھا کر حق اور باطل میں فرق ظاہر کریں گے۔ اور جب یہ تعلیم دنیا پر ظاہر ہو گی تو پھر اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر مومنوں کے لئے رحمت اور اُن زخمی دلوں پر مرہم رکھنے کا نظارہ دکھائے گی۔ قرآنِ کریم کی فتح اور مومنین کی فتح ہو گی۔ دنیا کو اس کے بغیر اب کوئی چارہ نہیں ہے کہ وہ قرآنِ کریم کی تعلیم سے اپنی روحانی اور مادّی ترقی کے سامان پیدا کرے۔ اپنے اوپر یہ تعلیم لاگو کرے

(خطبہ جمعہ 25/ مارچ 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

بقیہ: دربارِ خلافت...... از صفحہ 2

لوگوں کے جو ایمان لے آئے تھے۔ لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ فتح کرتے ہیں تو سب سے محبت اور شفقت کا سلوک کرتے ہیں۔ بلکہ جیسا کہ میں گزشتہ خطبہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ لوگ صرف گالیاں دینے والے ہی نہیں تھے۔ یہ لوگ ظلم کی انتہا کرنے والے تھے۔ زبردستی جنگیں ٹھونسنے والے تھے۔ لیکن آپ نے ہر ایک سے شفقت کا سلوک فرمایا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا تھا کہ خود مَیں بدلے لوں گا۔

پھر قرآنِ کریم میں سورۃ فرقان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَیْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا (الفرقان: 5) اور جن لوگوں نے کفر کیا انہوں نے کہا یہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں جو اس نے گھڑ لیا ہے اور اس بارہ میں اس کی دوسرے لوگوں نے مدد کی ہے۔ پس یقیناً وہ سراسر ظلم اور جھوٹ بنانے والے ہیں۔ گو اس آیت میں بڑے وسیع مضمون بیان ہوئے ہیں لیکن یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ آپؐ کو دعویٰ کے بعد وہی لوگ نعوذ باللہ جھوٹا کہنے لگ گئے جو آپؐ کو سچا کہتے تھے اور ان کی زبانیں اس سے نہیں تھکتی تھیں۔ آپؐ کی سچائی اور امانت کے قائل تھے۔ پھر آپ ﷺ کے بارہ میں ظالموں کی ہرزہ سرائی کا قرآنِ کریم میں یوں ذکر آتا ہے۔ فرمایا کہ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (الفرقان: 9) اور ظالم کہتے ہیں کہ تم ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو جو سحر زدہ ہے۔ پھر ایک آیت میں کافروں کی بیہودہ گوئی کا ذکر فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ (سورۃ صٓ: 5) اور انہوں نے تعجب کیا کہ ان کے پاس انہی میں سے کوئی ڈرانے والا آیا، اور کافروں نے کہا یہ سخت جھوٹا جادوگر ہے۔

پس کبھی جھوٹا، کبھی جادوگر، کبھی کچھ اور کبھی کچھ اور کبھی کسی نام سے یہ کافر آپؐ کو پکارتے رہے اور آپؐ کے بارہ میں باتیں کہتے رہے اور مختلف رنگ میں استہزاء کرتے رہے۔ لیکن آپؐ کو صبر اور حمد اور دعا کی ہی اللہ تعالیٰ نے تلقین فرمائی۔ اور یہی تلقین اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی فرمائی۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَمِنَ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْٓا اَذًی کَثِیْرًا۔ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (آل عمران: 187) اور تم ضرور ان لوگوں سے جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی ہے اور ان سے جنہوں نے شرک کیا بہت تکلیف دہ باتیں سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً ایک بڑا ہمت کا کام ہے۔

اب ایک مومن کے لئے، ایک ایسے شخص کے لئے جو اپنے پیارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہے، اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتا ہے، اُس کے لئے اس سے زیادہ دل آزاری کی اور تکلیف دہ بات کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے آقا کے بارے میں ایسی بات سنے جس سے آپ کی شان میں ہلکی سی بھی گستاخی ہوتی ہو۔ کوئی کسی صورت بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا کہ ایسی باتیں تم سنو تو صبر کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی میں نے گزشتہ خطبہ میں مثال دی تھی کہ کس طرح آپ نے ردّعمل دکھایا۔ تو حقیقی ردّعمل یہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دکھایا لیکن اس کے لئے بھی تقویٰ شرط ہے۔ تقویٰ اختیار کرتے ہوئے اپنے عمل اور دعاؤں سے جو اس کا جواب دو گے تو وہی اس محبت کا صحیح اظہار ہے۔ اور جب ہم دشمنوں کی باتیں سن کے تقویٰ پر چلتے ہوئے اپنی دعاؤں سے خدائے ذوالانتقام کے آگے جھکیں گے تو ان دشمنانِ اسلام کے بدانجام کو بھی ہم دیکھیں گے۔ لیکن ہمارا اپنا تقویٰ شرط ہے۔

(خطبہ جمعہ 28/ جنوری 2011ء بحوالہ الاسلام ویب سائٹ)

امۃ الشافی صدیقی اہلیہ مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی شہید۔امریکہ

خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے پہلے شہید

خداتعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کُلُّ مَنۡ عَلَیۡهَا فَانٍ ہر ایک نے فنا ہوجانا ہے اور اس دار فانی کو الوداع کہہ جانا ہے۔لیکن کچھ لوگ جو خدا کو بہت پیارے ہوتے ہیں ان کا اس دنیا سے جانا اور ہی رنگ رکھتا ہے۔وہ خدا تعالیٰ کے لیے جیتے ہیں اور اسی کی راہ میں قربان ہو کر اس دار فانی سے کوچ کرتے ہیں اور اپنے رب کے دربار میں حاضر ہوجاتے ہیں۔ایسے لوگوں کی زندگی اور موت انفرادی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ ان کی زندگی میں ایک قوم کو ان کا فیض مل رہا ہوتا ہے اور وہ اپنی موت سے بھی ایک قوم کو زندگی بخش پیغام دے جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ شہدائے احمدیت کی قربانیوں کو دو چند قبول فرمائے اور ان کے ثمرات احمدیت کی نسلوں میں ہمیشہ پھلتے پھولتے اور پنپتے رہیں۔

خوں شہیدان امت کا اے کم نظر
رائیگاں کب گیا تھا کہ اب جائیگا
ہر شہادت تیرے دیکھتے دیکھتے
پھول پھل لائے گی پھول پھل جائے گی

ڈاکٹر صاحب کی شہادت کو ایک عرصہ گزر گیا لیکن ان کی شہادت کل کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔جب ان کا خیال آتا ہے تو قرآن کریم کی آیت مبارکہ میں شہداء کے بارے میں بیان فرمودہ مضمون اپنی پوری سچائی کے ساتھ صادق آتا دکھائی دیتا ہے جس میں فرمایا:

وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ یُّقۡتَلُ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ اَمۡوَاتٌ بَلۡ اَحۡیَآءٌ
(سورۃ البقرہ آیت:155)

یعنی جو اللہ کی راہ میں قربان کیے جائیں انہیں مردہ مت کہو بلکہ وہ زندہ ہیں۔

بے شک شہید قوم کو زندگی کا پیغام دے جاتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمیں بھی اسی طرح احساس ہوتا ہے کہ گویا ڈاکٹر صاحب ہمارے آس پاس ہی ہیں اور لوگوں نے بھی ان کی یادوں کو آج بھی تازہ رکھا ہوا ہے جس کا اظہار مختلف ذرائع سے ہوتا رہتا ہے۔لوگ ان کی طرف سے چندے ادا کرتے ہیں،قربانی دیتے ہیں،ہمیں اپنی دعاؤں کے لازوال خزانہ میں یاد رکھتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

’’ہر راہ مولیٰ میں قربان جب جاتا ہے تو یہ پیغام دے کر جاتا ہے کہ میں مرا نہیں بلکہ زندہ ہوں۔اب تم بھی یہ یاد رکھو کہ جماعت اور حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اور خدا تعالیٰ کے ساتھ وفا کا یہی تعلق تمہیں بھی زندگی دے گا‘‘

خدا تعالیٰ یہ سلسلہ فیض رساں نسل در نسل ہم میں جاری رکھے اور ہمیں وفادار مومن بنے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

کسی بھی انسان کی زندگی مختلف ادوار کا مجموعہ ہوتی ہے۔میری زندگی کے بہترین اور یادگار ایام وہ بیس سالہ دور ہے جو ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کے ساتھ ازدواجی حیثیت میں گزرا۔ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب سے میری شادی 1988ء میں ہوئی۔اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے والدین کی باہمی رضامندی سے طے پانے والا یہ رشتہ ہم دونوں کے لیے قرآنی تعلیمات کی روح سے باعث راحت وسکون بنا۔میں ہمیشہ اپنے آپ کو خوش قسمت گردانتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اتنے پیارے انسان کو میرے لیے چنا جو اللہ تعالیٰ کو بھی بہت پیارا تھا۔ہم دونوں حکم الٰہی ھُنَّ لباسُ لَکُمۡ وَاَنۡتُمۡ لِبَاسٌ لَّھُنَّ (سورۃ البقرہ آیت:188)کے مطابق ایک دوسرے کے لیے لباس بنے رہے۔اللہ تعالیٰ ہمارے گھروں کو ہمیشہ اسی طرح بنائے اور ہمارے گھروں کو اس شعر کا مصداق بنائے:

تمہاری صبح حسین ہو رخ سحر کی طرح
تمہاری رات منور ہو شب قمر کی طرح
کوئی بہشت کا پوچھے تو کہہ سکو ہنس کر
کہ وہ خوب جگہ ہے ہمارے گھر کی طرح

شادی کے کچھ عرصہ بعد ایک روز یونہی چلتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے مجھے ایک اخباری تراشہ یہ کہتے ہوئے دیا کہ شعر وشاعری سے مجھے کوئی اتنی دلچسپی تو نہیں لیکن یہ اشعار اچھے لگے۔میں نے اسے محفوظ کر لیا وہ اشعار درج ذیل تھے:

ہمسفر

راہیں اگر کٹھن ہوں، اچھا سا ہمسفر ہو
یوں زندگی کا رستہ، جنت کی راہگذر ہو
جہاں قدم ڈگمگائیں، نازک سا ہو سہارا
تھوڑی سی جب تھکن ہو، اک پیار کی نظر ہو
جب پوجنا ہی ٹھہرا، تو داد سے غرض کیا
ہو یار کی پرستش، چاہے وہ بے خبر ہو
جب صاف نیتیں ہوں، جذبوں میں ہو صداقت
پھر دو پریمیوں کی، چاہت نہ کیوں امر ہو
ہوں چھوٹے موٹے جھگڑے، پھر ہو صلح صفائی
ہر بار رنگ الفت، پہلے سے تیز تر ہو
یوں روٹھتے مناتے، کٹ جائے زندگانی
ہر رات خوبصورت، ہر دن حسین تر ہو

ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کی شخصیت جب میرے سامنے آتی ہے تو تین باتیں فوری ذہن میں ابھرتی ہیں۔نفیس وسادہ طبیعت،انتہائی مخلص اور سچے انسان۔آپ کو متانت وسنجیدگی اپنی والدہ محترمہ سے اور ذہانت و رعب اپنے والد ماجد سے ملا۔آپ ہمیشہ سادہ اور نفیس لباس پہنتے تھے، کھانا بھی بہت نفاست سے تناول کرتے،ہمیشہ تھوڑی مقدار میں کھانا لیتے اور خوب مزے سے کھاتے۔اچھے کھانوں کے شوقین تھے۔گھر کے کھانوں کے علاوہ باہر سے کھانا بھی پسند کرتے تھے۔اچھا کھانا بنا ہوتا تو ضرور تعریف کرتے اور اگر پسند نہ بھی آتا تو خاموشی سے کھا لیتے، کوئی نقص نہ نکالتے۔غیر ضروری تنقید تو بالکل نہ کرتے تھے۔تکلف بالکل نہ تھا۔اچانک کوئی مہمان آتا، جو ہوتا پیش کر دیتے اور اس میں خوشی محسوس کرتے تھے کہ مہمان کے ساتھ کھانا کھائیں۔دوستوں کو دعوت پر بلا کر کھانے میں شامل کرتے اور اس میں بہت فرحت محسوس کرتے تھے۔

آپ کی ہاسپٹل میں مصروفیت کی وجہ سے دوپہر کا کھانا میں وہیں بھجوایا کرتی تھی۔کچھ کھانا زائد بھیجا کرتی تھی تا دیگر ساتھ شامل ہونے والے احباب بھی بآسانی کھا سکیں۔ڈاکٹر صاحب اپنے ساتھ کام کرنے والے دیگر افراد گارڈز وغیرہ کا بہت خیال رکھتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ وہ بھی اسی وقت کھا سکتے ہیں جب میں کھانا کھاتا ہوں۔اس وقت بھی اگر کوئی مہمان آجاتا اسے اپنا کھانا بھی پیش کر دیتے تھے۔ایک غیر احمدی ڈاکٹر کہا کرتے تھے کہ پتا نہیں کیا معاملہ ہے ڈاکٹر صاحب کے ٹِفن میں غیر معمولی برکت ہے، ہم بھی ان کے ساتھ کھا لیتے ہیں اور سیر ہو جاتے ہیں۔امریکہ میں جب آپ اپنی Residency(ٹریننگ) کر رہے تھے تو بعض اوقات ہاسپٹل میں آپ کی رات کی ڈیوٹی ہوا کرتی تھی۔ہاسپٹل گھر سے کچھ زیادہ دور نہ تھا اس لیے میں بعض اوقات آپ کو وہاں کھانا پہنچا آیا کرتی تھی۔وہاں بھی آپ اکثر اپنے غیر ملکی دوستوں کو بھی ساتھ کھانے کی دعوت دیتے۔

مہمان نوازی کے علاوہ لوگوں کو دعوت پر بلانے کا ایک اور اہم مقصد تبلیغ احمدیت کے لیے راہ ہموار کرنا ہوتا تھا۔میر پور خاص میں ہمارے گھر پر ہر طبقہ کے لوگ آتے تھے جنہیں دعوت الی اللہ کی غرض سے مدعو کیا جاتا۔کبھی

جائے اور کبھی کھانے کا انتظام ہوتا مہمانوں کے سوالات کے جوابات دیئے جاتے۔ اکثر غیراز جماعت دوستوں کو ربوہ کی زیارت اور یوکے کے جلسہ پر جانے کی دعوت دیتے۔ اسی طرح امریکہ میں Residency کے دوران آپ اپنے Colleagues کو جلسہ سالانہ یوایس اے پر مدعو کرتے تھے۔ کسی نہ کسی مہمان کو لے کر جاتے۔ آپ کی شہادت پر امریکہ کے ایک مشہور چینل ABC News پر آپ کی شہادت کی خبر نشر ہوئی۔ اس کے علاوہ جس ہسپتال میں آپ نے Residency کی تھی وہاں آپ کے اعزاز میں سیمینار منعقد کیا گیا۔ یہ پروگرام صدر خدام الاحمدیہ یوایس اے کی کوشش سے مرتب ہوا اور آپ کے اساتذہ اور ساتھ ٹریننگ کرنے والوں کی طرف سے آپ کو خراج تحسین پیش کیا گیا۔ اسی طرح ملکی وغیر ملکی اخبارات اور انٹرنیٹ پر آپ کے متعلق لاتعداد آرٹیکلز (Articles) شائع ہوئے۔ گویا کہ شہادت کے ذریعہ بھی آپ دنیا کو تبلیغ کر گئے اور بتا گئے کہ ہمارا یہ پیغام ہے اور اس کے لیے ہم اپنی جان تک قربان کرنے کے لیے تیار ہیں۔

حضور انور نے آپ کی شہادت پر اپنے خطبہ جمعہ میں بہت ہی پیارے انداز میں آپ کی دعوت الی اللہ کی کوششوں کو سراہا۔ ”دعوت الی اللہ اور تبلیغ کا بڑا شوق تھا اور مختلف وفود کو مرکز میں بھی لے کر آتے تھے اور اپنی نگرانی میں بھجواتے بھی رہتے تھے“۔۔۔۔ ”جب بھی کوئی دعوت الی اللہ کا پروگرام ہوتا، جانے سے پہلے دعا کے لئے لکھتے تھے کہ کامیابی ہو اور اللہ تعالیٰ کامیابی عطا فرماتا تھا“۔۔۔ ”سندھ کے وڈیروں، زمینداروں، غریبوں کو بے دھڑک تبلیغ کرتے تھے۔ الغرض ہر جگہ تبلیغ کا ماحول پیدا کر دیتے تھے۔“ پیارے حضور نے مزید اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا، ”کسی نے میرے پاس ان کے بارے میں بڑا اچھا تبصرہ کیا ہے جو سندھ سے آئے ہوئے ایک احمدی تھے کہ وہ سندھ میں داعیان الی اللہ کے امیر تھے۔“

آپ نے جماعتی کاموں اور انسانیت کی خدمت میں بہت مصروف زندگی گزاری۔ اکثر فجر کے بعد اپنے ہسپتال اور زمینوں پر چکر لگاتے۔ عشاء کے بعد جماعتی میٹنگز کرتے۔ باوجود چاہنے کے گھر کو کم وقت دے پاتے تھے۔ کاموں کے درمیان ہی وقت نکالتے اور ہمیں سیر وغیرہ کے لیے لے جاتے اور ساتھ اپنے کام بھی نمٹاتے رہتے۔ جب تک والدہ محترمہ کی صحت اس قابل رہی ہمیں ہر دفعہ بر موقع مشاورت ربوہ لے جاتے۔ بچوں کے ساتھ ٹرین کا سفر خوب انجوائے کرتے تھے۔ سفر کے دوران کھانا انجوائے کرتے اور بچوں کے ساتھ لڈو کھیلتے۔ کبھی ہمیں سیر کے لیے لاہور وغیرہ بھی بھجوا دیتے اور خود جماعتی کاموں میں مصروف رہتے۔ بروز جمعہ خاص اہتمام کرتے تھے کہ بچوں کے ساتھ بیٹھ کر حضور انور کا خطبہ جمعہ سنیں اور بعد میں بچوں کے ساتھ ہی وقت گزاریں۔ بچوں کو نئی ایجادات اور ٹیکنالوجی سے آگاہ رکھنے کی پوری کوشش کرتے۔ چھوٹی عمر میں ہی بچوں کو کمپیوٹر سکھانے کا انتظام کیا۔ بچوں کی بھی ایسی تربیت ہوگئی تھی کہ اپنے بابا کی مصروفیات کا بہت لحاظ کرتے تھے اور کوئی بے جا فرمائش نہ کرتے تھے۔ ان کے آرام کا خیال رکھتے تھے۔ جس طرح ان کے بابا اپنی تکلیف یا پریشانی کا زیادہ اظہار نہ کرتے تھے، اسی طرح دونوں بچوں نے بھی اپنے بابا کے غم کو اندر ہی سمیٹ لیا۔ بہت صبر سے کام لیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں شیریں اجر عطا فرمائے۔ الحمدللہ بیٹی عزیزہ امۃ الحی کی شادی 2014ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے دو بیٹیوں سے نوازا ہے اور بیٹے عزیزم اسامہ منان کی شادی دسمبر 2020ء میں ہوئی ہے۔ بیٹا میڈیکل کی تعلیم حاصل کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں نیک نسلیں عطا فرمائے۔ ہمیشہ اپنے فضلوں کے ساتھ رکھے۔ اپنے والد اور بزرگان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہمیشہ اپنے فضلوں کے ساتھ رکھے۔ نسل در نسل خلافت سے مضبوط تعلق عطا فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

وہ میرے بہترین دوست تھے اور بچے جب چھوٹے تھے رات کو ہسپتال اور جماعتی مصروفیات کی وجہ سے دیر سے گھر آتے تو اپنا کھانا خود گرم کر لیتے تھے بے وقت تکلیف نہ دیتے۔ میری خوشیوں کو ترجیح دینے والے، بات کہے بغیر سمجھنے والے اور بے حد اعتماد کرنے والے تھے۔ سادگی بے حد تھی، کوئی تکلف نہ تھا، گھریلو طرز زندگی تھی۔ والدین کے اکلوتے بیٹے ہونے کے باوجود بھی کوئی نخرہ نہیں تھا۔ نہ ہی اسراف کی عادت تھی۔ ہمیشہ دیکھ بھال کر اچھی چیز خریدتے، بچوں اور میرے لیے بھی ہمیشہ عمدہ چیز لاتے۔ جب تک زیادہ مصروفیت نہ تھی میرے لیے کپڑے بھی خود میرے ساتھ جا کر پسند کرتے اور شاپنگ میں بھی مدد کرتے تھے۔ ہر سال یا دو سال بعد مجھے اور بچوں کو امریکہ میرے والدین اور بہن بھائیوں سے ملنے کے لئے بھیجنے کی پوری کوشش ہوتی۔ میرے والد محترم حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بیٹے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے بچپن کے دوست تھے۔ آپ ڈاکٹر صاحب سے بے حد پیار کرتے اور ڈاکٹر صاحب بھی میرے والدین اور بہن بھائیوں کا بے حد احترام کرتے تھے۔ میرے والد صاحب کی وفات، ان کی شہادت سے ایک سال قبل 2007ء میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے۔ آمین۔ ڈاکٹر صاحب شہید ہمارے امریکہ کے سفروں کے تمام اخراجات بخوشی ادا کرتے۔ کبھی خود بھی ساتھ چلے جاتے لیکن پھر خود جلدی واپس آجاتے اور مجھے کچھ عرصہ وہیں رہنے دیتے۔ بیرون از ملک سفر کو اس طرح ترتیب دیتے تھے کہ جلسہ سالانہ یوکے میں بھی شامل ہو سکیں۔ ایک دفعہ خود اکیلے بچوں کو جلسہ سالانہ یوکے پر لے کر گئے اور میں والدہ صاحبہ کے پاس رہی۔ جلسہ میں شمولیت کے ساتھ بڑی غرض حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے شرف ملاقات حاصل کرنا ہوتی تھی۔

محنت کی بھی خوب عادت تھی۔ امریکہ میں بہت محنت سے ٹریننگ حاصل کی اور ساتھ زائد وقت لگا کر کام کیا اور رقم جمع کی اور پاکستان جاتے ہوئے اس رقم سے اپنے ہسپتال کے لیے مشینری خرید کر لے گئے۔ 1995ء میں جب آپ امریکہ سے اپنی ٹریننگ مکمل کر کے واپس میرپور خاص آئے تو آپ کے والد ڈاکٹر عبدالرحمان صدیقی صاحب کی صحت کافی کمزور ہو چکی تھی۔ جلد ہی کلینک کی تمام ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آن پڑی تھی۔ امریکہ کے ہاسپٹلز میں کام کرتے ہوئے یکایک ایک ایسے علاقہ میں کام کرنا، جہاں لوگوں کی زبان بھی مختلف تھی اور انداز رہن سہن بھی مختلف تھا، آپ کے لیے ایک چیلنج تھا۔ آپ نے دعاؤں اور محنت سے ان مشکلات پر جلد قابو پالیا اور جلد ہی سندھی زبان پر عبور بھی حاصل کر لیا تھا۔ بلکہ آنے والے مریضوں کے حالات زندگی سے بھی آپ جلد واقف ہو گئے تھے اور آپ کو علم تھا کہ یہ جو مریض آتے ہیں دور دراز کے علاقوں سے سفر کر کے آتے ہیں اور اکثر غرباء ہیں۔ اس لیے آپ کی کوشش ہوتی کہ ایک ہی دن میں ان کے تمام ٹیسٹ وغیرہ کروا کر انہیں فارغ کر دیں تا دوبارہ انہیں سفر کی صعوبت سے نہ گزرنا پڑے یا وہاں ٹھہرنے کی مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ نیز ایسے مریضوں کا بہت خیال رکھتے تھے جو ان کے والد صاحب سے علاج کرواتے تھے۔ کلینک کو ہاسپٹل کی شکل میں ڈھالنا آپ کے والد کا خواب تھا جسے پورا کرنے کے لیے آپ نے انتھک محنت کی۔ اس کے پیچھے جو سوچ کارفرما تھی وہ یہی تھی کہ اہل علاقہ کو وہ تمام سہولیات اسی علاقہ میں میسر آجائیں جن کے لیے انہیں حیدرآباد یا کراچی جانا پڑتا تھا۔ آپ نے 80 بیڈز پر مشتمل ہاسپٹل بنایا جس میں اکثر جدید سہولیات تھیں اور مزید آرہی تھیں مثلاً کارڈک کیئر یونٹ، گائینی کالوجی ڈیپارٹمنٹ، پیڈز وارڈ، الٹراساؤنڈ، ایکس رے ڈیپارٹمنٹ اور لیبارٹری نیز جنرل سرجری کی تمام سہولیات میسر تھیں مختلف امراض کے سپیشلسٹ ڈاکٹرز ہاسپٹل میں کلینک کرتے تھے۔ جب بھی کسی نئے یونٹ کا آغاز ہوتا والدہ صاحبہ کو لے کر جاتے اور دکھاتے نیز مرکز سے آئے بزرگان سلسلہ سے دعا کرواتے۔ آپ اکثر بتایا کرتے تھے کہ ہاسپٹل میں جتنے کمرے بنواتا ہوں کم پڑ جاتے ہیں۔ آپ نے بہت تیزی کے ساتھ اپنے والد کے کلینک کو ایک مکمل میڈیکل سینٹر بنا دیا۔ ہسپتال کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کے علاوہ سندھ کے دور دراز صحرائی علاقوں میں باقاعدہ میڈیکل کیمپ کا آغاز کیا۔ آپ کی زندگی تو مختصر تھی لیکن آپ محنت اور جانفشانی سے کام بہت کر گئے۔ اپنی تمام تر صلاحیتوں کو مخلوق کی بھلائی کے لیے استعمال کیا اور ہر کام کو بہترین انداز میں سرانجام دیا۔

آپ کے والد محترم ڈاکٹر عبدالرحمٰن صدیقی ہندوستان سے اکیلے ہی ہجرت کر کے پاکستان آئے اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے آپ کو میرپور خاص جانے کا ارشاد فرمایا تا سندھ میں ڈاکٹروں کی کمی پوری ہو سکے۔ 1950ء میں آپ کی شادی بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سلیمہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ آپ کو ایک لمبا عرصہ بحیثیت امیر ضلع میرپور خاص، تھر اور حیدرآباد ڈویژن خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح آپ کی والدہ محترمہ کو بھی ایک لمبا عرصہ بحیثیت صدر لجنہ میرپور خاص خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب 1998ء میں امیر ضلع میرپور خاص مقرر ہوئے۔ ضلع بھر کے افراد ان دونوں وجودوں سے بہت پیار اور محبت کرتے تھے۔ اس کا اندازہ تو تھا ہی لیکن خاص طور پر آپ کی شہادت کے بعد مزید احساس ہوا کہ یہ لوگ آپ سے کس حد تک پیار کرتے تھے۔ شہادت کے موقع پر سندھ کے نزدیک و دور دراز علاقوں سے اظہار افسوس کے لیے آنے والوں کا ایک لامتناہی سلسلہ تھا۔ ہر ایک کے لب ولہجہ سے آپ کے لیے پیار و محبت کے پھولوں کی مالا بنتی تھی۔ ہر طبقہ اور رنگ ونسل کے لوگ آئے، احمدی بھی اور غیر احمدی بھی۔ ایک نومبائع خاتون کے الفاظ آج بھی مجھے نہیں بھولتے:

”باجی! وہ تو میرا باپ بھی تھا، بھائی بھی تھا اور بیٹا بھی تھا۔“ یہ کہتے ہوئے اس خاتون کے چہرے کی رنگت ہر لفظ پر بدلتی تھی جو میرے ذہن میں نقش ہوگئی۔ میرپور خاص سندھ کی مٹی سے میرا انس اور فطرتی و دینی تقاضہ ہے کہ یہ وہ سرزمین ہے جہاں خلفاء احمدیت کے مبارک قدم پڑے اور انہی کی ہدایات و راہنمائی کی بدولت اس چھوٹی سی جماعت نے ترقی کی منازل طے کیں اور آخر خلافت احمدیہ کی دوسری صدی کے پہلے شہید نے اپنے خون سے اسی مٹی کو رنگین کیا۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بنفس نفیس ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب کے والد محترم کی دعوت پر ان کے گھر تشریف لائے تھے اور پھر بعد میں اسی جگہ ہاسپٹل کی تعمیر ہوئی۔

شہادت خدا تعالیٰ کا انعام ہے اور اس کا ایک مفہوم اس انداز میں بھی مجھ پر عملی رنگ میں اجاگر ہوا کہ ڈاکٹر صاحب کی شہادت کے بعد تمام ذمہ داریاں مجھ پر آن پڑیں اور اللہ تعالیٰ نے ایک غیر معمولی حوصلہ اور قوت عطا فرمائی۔ بڑے بڑے کام اور ذمہ داریاں تھیں گویا ہر وقت ایک محاذ تھا۔ لیکن خدا تعالیٰ نے ہر ایک سے کامیابی کے ساتھ نکالا اور اپنی رحمت کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھا۔ میرے دل کے پاتال تک یہ بات گڑھی ہوئی ہے کہ یہ سب رحمت و کرم دربار خلافت سے ملنے والی دعاؤں ہی کے طفیل

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ہے۔خدا تعالیٰ اس سائبان رحمت کو ہمارے سروں پر ہمیشہ قائم و دائم رکھے۔آمین۔ پیارے آقا کے درج ذیل الفاظ مجھے ہمیشہ تسلی دیتے ہیں اور اطمینان و فرحت کی وادیوں میں لے جاتے ہیں:

’’ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا ایک بہت ہی پیار کرنے والا خدا ہے،وہ اپنے دین کی خاطر قربانی کرنے والوں کے پیاروں کو بھی اپنے پیار کی گود میں لے کر ہر آن ان کا محافظ ہو جاتا ہے۔اللہ کرے آپ اور آپ کے بچے ہمیشہ اپنے پیارے خدا کی آغوش میں رہیں اور کبھی اپنے خدا کے حق ادا کرنے نہ بھولیں۔‘‘

اس جگہ میں ڈاکٹر صاحب کے آخری روز کے یادگار لمحوں کا ذکر کرنا ضروری سمجھتی ہوں۔مورخہ 8 ستمبر 2008 ء بمطابق 7 رمضان المبارک کی صبح معمول کے مطابق سحری کے لیے اٹھی نوافل ادا کیے،بچوں کو اور ڈاکٹر صاحب کو جگایا اور کچن میں سحری تیار کرنے کے لیے آ گئی۔ ڈاکٹر صاحب نے سحری کے لیے آنے میں کچھ تاخیر کی تو دوبارہ بلانے کے لیے کمرے میں گئی۔آپ عجز و انکسار کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں سر جھکائے نوافل ادا کر رہے تھے۔میں کچھ دیر کھڑی دیکھتی رہی۔ کچھ دنوں سے ڈاکٹر صاحب کا اسطرح عجز و نیاز کے ساتھ سجود و رکوع کرنا مجھے فکرمند کر رہا تھا۔ بہر حال آپ نے سحری تناول کی۔ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں بے حد گہری خاموشی اور فکر تھی، مجھے گھبراہٹ محسوس ہونے لگی۔ہاسپٹل کے بارے میں کچھ باتیں ہوئیں اور آپ نماز فجر کے لیے چلے گئے۔معمول کے مطابق فجر کے بعد آپ نے کچھ آرام کیا۔آپ بیٹھے ہوئے تھے چہرہ ہشاش بشاش تھا۔کچھ غیر معمولی معلوم ہو رہا تھا۔یہی مشاہدہ گارڈ نے بھی بعد میں بتایا کہ جب ڈاکٹر صاحب تیار ہو کر گھر سے باہر آئے تو آپ کے چہرے پر نور ہی نور تھا۔اسی طرح ایک خاتون نے بتایا کہ وہ شہادت سے چند گھنٹے پہلے ڈاکٹر صاحب کو ملی تھی اور کہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو روزے بہت لگے ہیں (یعنی آپ کے روزے مقبول ہو گئے ہیں) آپ کے چہرے پر نور ہی نور ہے۔ اس غیر معمولی کیفیت کو جس کا میں نے ذکر کیا ہے میں نے محسوس کیا لیکن اس کا اظہار نہ کر پائی۔اس طرح کا احساس پہلے بھی چند دفعہ ہو چکا تھا۔ ایک دفعہ ڈاکٹر صاحب بیڈ پر لیٹے کتاب پڑھ رہے تھے میں نے دیکھا آپ کا چہرہ بہت روشن نظر آرہا تھا۔شہادت والے روز تو یہ کیفیت بہت نمایاں تھی، کوئی تھکان کے آثار نہ تھے۔خوشگوار مزاج تھا۔میری طبیعت میں بہت گھبراہٹ تھی۔اس لمحے میرا دل کیا کہ آپ سے کہوں کہ آج ہسپتال نہ جائیں لیکن کہہ نہ سکی۔ میں نے اسی گھبراہٹ میں اپنی سونے کی چوڑیاں اتار کر رکھ دیں حالانکہ شادی کے بعد میں ہمیشہ پہن کے رکھتی تھی اور کبھی نہ اتارتی تھی۔لیکن اس روز ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی نے وہ چوڑیاں اتر وادی ہوں۔ کچھ عرصہ سے ہاسپٹل کے بھی کئی کام میرے ذمہ ہو چکے تھے مثلاً حساب وغیرہ چیک کرنا۔ گویا خدا تعالیٰ مجھے پہلے ہی سے تیار کر رہا تھا۔اس روز بھی اس بارہ میں ہماری بات ہوئی اور آخری کال پر جو بات ہوئی وہ بیٹی کے میڈیکل میں داخلہ کے بارے میں تھی۔جاتے ہوئے آخری الفاظ کہے ’’اچھا چلوں۔اللہ حافظ‘‘۔ والدہ صاحبہ جاگ رہی ہوتیں تو مل کر جاتے اور اگر سو رہی ہوتیں تو دیکھ کر چلے جاتے۔اس روز آپ والدہ صاحبہ کے کمرے میں گئے وہ سو رہی تھیں چنانچہ دیکھ کر چلے گئے۔ بچے سکول اور کالج جا چکے تھے۔ میں گھر کے کاموں میں مشغول ہو گئی تا جلد ختم کر کے بازار سے شاپنگ کر آؤں۔ ڈاکٹر صاحب اور بیٹے کے عید کے کپڑے لینے تھے۔ کچھ غرباء کے لیے تحائف خریدنے تھے۔

پونے دو بجے ہاسپٹل سے فون آیا کہ ہاسپٹل میں فائرنگ ہوئی ہے اور ڈاکٹر صاحب کو گولی لگی ہے یقین نہیں آرہا تھا۔ ایک دو افراد کو فون کیے، خیال آیا پیارے حضور کو اطلاع دوں۔ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے بھائی مکرم نصیر احمد نجم آف جرمنی کو فون کیا کہ وہ فوری اطلاع دے دیں۔ میں نے فوری برقعہ پہنا اور باہر نکلی لیکن مجھے کوئی ہاسپٹل لے جانے کے لیے تیار نہ تھا کہ ابھی نہ جائیں نجانے کیا صورت حال ہو۔ میں جانا چاہتی تھی کیونکہ مجھے یقین نہ آرہا تھا کہ ڈاکٹر صاحب واقعی شہید ہو چکے ہیں۔ میں خود دیکھنا چاہتی تھی اور یہ بھی احساس تھا کہ کوئی بھی رشتہ دار نہیں ہے جو ڈاکٹر صاحب کے پاس ہوتا۔ اتنی دیر میں کچھ لیڈی ڈاکٹرز ہاسپٹل سے آگئیں میں ان کے ساتھ چلی گئی۔ خدا تعالیٰ نے مجھے بہت ہمت دے دی تھی۔ میرے لبوں پر ایک ہی دعا تھی۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ اللھم اجرنی۔

میرے ذہن میں یہی تھا کہ جا کر دعائیں کروں۔سورۃ یٰسین پاکٹ بک کی صورت میں ہمیشہ میرے پرس میں ہوتی۔ میں جیسے ہی ہاسپٹل پہنچی لوگ کہہ رہے تھے۔ باجی! ہم تو بے آسرا ہو گئے، باجی! ہم یتیم ہو گئے۔ ڈاکٹر صاحب آپریشن تھیٹر میں شان و شوکت سے لیٹے ہوئے تھے۔سر پر پٹی تھی لیکن ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے پگڑی ہو۔ مجھے لگ رہا تھا جیسے ابھی آنکھیں کھول کر مجھے دیکھیں گے۔ میں نے آپ کے سرہانے سورہ یٰسین کی تلاوت کی۔

اس موقع پر تمام فیصلے خود کرنے تھے، بچوں کو اور ڈاکٹر صاحب کی معمر والدہ محترمہ کو سنبھالنا تھا۔ والدہ محترمہ ہر رات یہی کہہ کر سوتی تھیں۔ رات خیریت سے گزرے۔ انہیں کس طرح بتاؤں، یہ سن کر انہیں کچھ ہو نہ جائے۔ بہر کیف حضور انور کو اپنے لیے دعا کا پیغام بھجوایا۔ گھر آکر والدہ کو کہا وضو کر لیں اور نماز پڑھ لیں۔ میں نے بتایا کہ کچھ خواتین آئی ہیں۔ ابھی شش و پنج میں ہی تھی کہ کس طرح بتاؤں کہ پیارے آقا کا فون آ گیا۔حضور نے مجھے بہت تسلی دی اور تمام معاملات میں میری راہنمائی فرمائی۔حضور نے فرمایا جنازہ ربوہ لے جائیں تمام انتظامات ہو جائیں گے۔ اس کے بعد تمام کام آسان ہو گئے۔ آپا جان سے بھی بات ہوئی، آپ نے فرمایا والدہ کو فوری بتا دیں۔

والدہ کو بتانے کے لیے الفاظ سمجھ نہ آرہے تھے۔ میں نے کہا پیارے حضور اور آپا جان کا فون آیا تھا، ہم نے صبر کرنا ہے۔آپ فوری طور پر بات کی تہہ تک پہنچ گئیں۔ کہنے لگیں کیا میرا بیٹا شہید ہو گیا ہے؟ مجھے فوری اس کے پاس لے چلو۔ اتنی ہمت اور صبر کا مظاہرہ کیا کہ میں خود حیران تھی کہ میں ڈر رہی تھی کہ کس طرح بتاؤں اور آپ نے اتنا عظیم الشان صبر کا مظاہرہ کیا ہے۔ افسوس پر آنے والی خواتین کو کہتیں۔ دیکھو رونا نہیں میرا بیٹا شہید ہوا ہے۔ بچوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی صبر عطا فرمایا۔

میر پور خاص کے احباب جماعت نے والہانہ محبت و عقیدت کا ثبوت دیا اور تمام کاموں کو احسن طریق پر سرانجام دیا۔ مرکز کی نگرانی میں تمام امور سرانجام پائے۔ اہالیان ربوہ نے جہاں ہمارا پر جوش استقبال کیا وہاں ان کا پیار و محبت بھی ہمیں حاصل رہا۔ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے افراد کی بے مثال ہمدردی اور پیار حاصل رہا۔ وہ ڈاکٹر صاحب کی والدہ محترمہ کے پاس میر پور خاص بھی گاہے گاہے آتے رہے اور سب سے بڑھ کر تو رحمت کا سائباں دربار خلافت کی دعائیں تھیں جنہوں نے ہمارے حوصلے بلند رکھے اور رکھے ہوئے ہیں۔ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ہمیں خلافت جیسی نعمت عظمیٰ حاصل ہے جو ہمارے خوف کی حالتوں کو امن میں بدلتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ اس شجر کے گھنے سائے تلے رکھے اور اس کی برکات، دعاؤں اور شفقتوں کا وارث بناتا رہے۔ آمین

غرضیکہ ڈاکٹر عبد المنان صدیقی صاحب کا وجود ایک انمول تحفہ تھا جو ان کے والدین کو شادی کے گیارہ سال بعد خلیفہ وقت اور بزرگان سلسلہ کی خصوصی دُعاؤں سے حاصل ہوا۔ انہی دعاؤں اور والدین کی بہترین تربیت کے طفیل آپ نے بہت کم عمر میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو دین اور انسانیت کی خدمت میں وقف کر دیا۔ بہت کم وقت میں اپنے والد کے چھوٹے سے کلینک کو علاقہ کے لوگوں کی خدمت کے لئے ایک مکمل ہسپتال میں ڈھال دیا اور علاقہ کے تمام لوگوں، احمدی یا غیر احمدی، بلا امتیاز رنگ و نسل بے لوث خدمت کی۔ بطور امیر ضلع میر پور خاص جماعت کی ترقی کے لے انتھک محنت کی اور اپنی زندگی کے ہر پہلو میں، امریکہ سے لے کر سندھ کے صحرائی علاقوں تک ،جماعت احمدیہ کے پیغام کی تبلیغ کی توفیق پائی۔ آپ کی شہادت نے نہ صرف ان بزرگوں کی قبولیت دعا کا ثمر ظاہر کیا بلکہ احمدیت کی سچائی اور صداقت پر بھی مہر ثبت کر دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے خاص مقربین میں جگہ عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند سے بلند تر فرماتا چلا جائے۔ آمین۔

طلوع وغروب آفتاب

26 مارچ 2021ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:12	19:06
مدینہ منورہ	04:03	19:14
قادیان	03:45	19:38
ربوہ	03:25	19:18
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:19	21:23